

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَقْشِ اَخْلَافِ

علماء کرام کے باہمی مذاکرات اور مفاہمت کے سلسلہ میں ہر اگست کو حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مظاہر اچانک کراچی تشریف لائے۔ ستمبر کو واپسی ہوئی۔ واپسی پر آپ نے اس سلسلہ میں جو تاثرات تحریر فرمائے ہیں اسے بامید غور و خوض دونوں طرف کے اکابر اہل علم کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

چند دنوں سے اخبارات اور رسائل میں علماء دیوبند کے درمیان اختلافات کا پرجوا ہے۔ لادینی عناصر اس اختلاف کو اغراض مشنورہ کی خاطر اچھاال رہے ہیں۔ علماء حق کے درمیان اختلاف کی خلیج وسیع ہوئے کی صورت میں دین اور دینی مقاصد کو جس شدید نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے اس سے ہر حساس مسلمان کو پریشانی ہوگی۔ خود دونوں طرف کے اکابر علماء کو اس صورتحال کے پیدا ہونے سے شدید تشویش ہے۔ مگر صورتحال بگڑتی جا رہی ہے، اس ناچیز کو بھی کافی دنوں سے ان حالات نے سخت اضطراب اور بے چینی میں ڈال دیا تھا کہ باطل سے ہر محاذ پر ٹٹ کر لڑنے والے اور کلمہ حق کہنے والے علماء دیوبند ہی تو ہیں، اگر ان کی تمام صلاحیت اور اجتماعی تنظیمی قوتیں ایک دوسرے سے تصادم میں مشغول ہو جائیں تو باطل نظریات رکھنے والے اصحاب اور جماعتوں کو کیسوی سے اپنی فاسد اغراض کو پورا کرنے کا موقع مل جائے گا۔ اور لادینی عناصر اپنے خبیث مقاصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ علماء حق کے اختلاف ہی میں انہیں اپنی کامیابی نظر آتی ہے چنانچہ درپردہ ان عناصر ہی کی ریشہ دوانیوں سے اختلاف کی یہ صورت شدت اختیار کرنے لگی ہے۔ حسن اتفاق سے علماء کی ایک نئی تنظیم کے سلسلہ میں ان دنوں کراچی میں مشرقی پاکستان کے چند سرکردہ علماء جمع ہوئے تھے، جنہیں اس صورتحال کا احساس تھا۔ مولانا اطہر علی صاحب مشرقی پاکستان اور ان کے رفقاء کے بار بار اصرار اور تقاضا اور اکابر کے مشورہ پر یہ ناچیز بھی کراچی حاضر ہوا تاکہ دونوں طرف کے اکابر علماء کو باہم بھیج کر ایک دوسرے کا نقطہ نظر سمجھنے اور پھر مفاہمت کی کوئی صورت نکالنے کا موقع مل جائے۔

کراچی کے ان مذاکرات میں ملک کے دونوں حصوں سے دونوں طرف کے اکابر علماء نے شرکت کی ناچیز کے علاوہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی، حضرت مولانا اطہر علی صاحب (کشمور گنج) مولانا مفتی دین محمد صاحب، ڈھاکہ۔

حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی، حضرت مولانا محی الدین صاحب ایڈیٹر مدینہ ڈھاکہ۔ وغیرہ نے شرکت کی۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے کے خیالات سے یہ چیز واضح ہو کر سامنے آگئی کہ اصل مقصد سب کا اعلاء کلمۃ اللہ اور اسلام کا نفاذ ہے۔

مگر طریق کار اور سیاسی موقف میں کچھ اختلاف ہے، گویا درحقیقت اس نزاع کی حقیقت نزاع لفظی کے سوا کچھ نہیں بشرطیکہ فریقین ایک دوسرے کو غلط سمجھ کر ٹھنڈے دل سے ایک دوسرے کے خدشات اور شبہات کو سمجھنے اور اس کے رفع کرنے کی کوشش کریں۔

سوشلزم، اشتراکیت اور کمیونزم کے خلاف اسلام ہونے پر سب متفق ہیں کوئی ایک بزرگ بھی ایسا نہیں جو اسے تاویل وغیرہ کے ذریعہ یا کسی حکمت و مصلحت کی وجہ سے برداشت کرنے یا اس سے مصالحت کرنے کا روادار ہو، کوئی بھی اس ملک میں کسی بھی "ازم" کا تسلط نہیں چاہتا اور نہ یہ چاہتا ہے کہ اسلام کے نام پر حائل کئے گئے اس ملک میں نظریہ پاکستان، نظام شریعت اور اسلامی آئین کے مکمل تنفیذ کے علاوہ کوئی اور ازم نافذ ہو، خواہ اقتصادیات یا معاشیات ہی میں کیوں نہ ہو کوئی بھی عالم کسی بھی ازم کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مزدور اور کسانوں کے حقوق، محتاجوں اور مساکین کو بنیادی ضروریات مہیا کرنے سے بھی کسی کو اختلاف نہیں۔ اسلام میں جس قدر حقوق مزدور کسان، آجروں و مستاجروں کیلئے ہیں ان کی ادائیگی پر سب متفق ہیں، اور سب مانتے ہیں کہ اسلام نے جس جامع اور مکمل طریق سے ہر طبقہ کے مسائل کو حل فرمایا ہے اور مختلف پیرایوں میں ترغیب و ترہیب کے ذریعہ اسکی ادائیگی کی تلقین کی ہے، کوئی بھی ازم اس کا عشر عشر بھی نہیں کر سکتا۔ ان ازموں میں فریب اور دھوکہ کئے سوا کچھ بھی نہیں، تمام انسانی صلاحیتیں اور کسب و تصرف کے نتائج و ثمرات ایک بڑے سرمایہ دار میں جو بشکل حکومت اور پارٹی انسانوں پر مسلط رہتا ہے میں مرکوز ہو کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ازم ملک اور قوم غریب و امیر لیبر یا صنعت کار سب کے حقوق چھین کر انہیں ایک جابر و سنگدل ڈکٹیٹرانہ نظام کے شکنجہ میں دیدیتے ہیں۔

دوسری طرف اسلام ہے جس نے حلال اور جائز ذرائع و وسائل کے اندر رہ کر اپنی قوت اور صلاحیت کے ذریعہ حصول دولت کے راستے بھی کھلے رکھے۔ اور اجیر و مستاجر، مزدور اور کسان سب کے حقوق بھی متعین کر دیئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وصیت فرمائی: الصلوٰۃ و مالکۃ ایمانکم۔ نماز قائم رکھو اور اپنے زیر دست لوگوں سے حسن سلوک اور احسان کیا کرو۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

هؤلاء اخوانكم جعلهم الله
تحت ايدىكم فمن كان له
اخوة تحت يده فليطعمهم
ما يطعم وليلبسهم مما يلبس

یہ ملک تمہارے بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں
تمہارے قبضہ میں دیدیا ہے۔ پس جس کے تصرف
میں کوئی بھائی ہو تو اسے وہی کھلائے جو خود
کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہو۔

حضور کا ارشاد ہے کہ مزدور کو اسکی اجرت اُسکا پسینہ خشک ہونے سے قبل ادا کر دیا کرو
مزدور اور ملک پر اس کی طاقت اور ہمت سے زیادہ برجستہ ڈالو اور اگر کام زیادہ سپرد کیا تو خود
بھی اسکا ہاتھ بٹھاؤ۔ تاکہ سارا بوجھ اس پر نہ پڑے۔ حضور کا ارشاد ہے تم میں سے بہتر وہ شخص ہے
جو رعایا اور زیر دستوں سے سن سلوک کا برتاؤ کرتا ہے۔ اس قسم کی ہزاروں ہدایات کی موجودگی میں
لیبر کے حقوق سے کون انکار کر سکتا ہے۔

ہر تقدیر علماء اس پر متفق ہیں کہ محتاجوں، لیبر اور کسانوں کا کوئی حق بھی غضب نہ ہونے پائے
اور جو بھی اسلامی حقوق ہیں ان کو دلائے جائیں اور یورپ کا مروجہ نظامانہ مستبدانہ سرمایہ داری نظام
معاشرہ سے ختم کر دیا جائے۔ البتہ طریق کار کا فرق ہے، ایک فریق کی رائے ہے کہ موجودہ لیبر
اور کسان تنظیموں کیساتھ تعاون کیا جائے، اور انہیں اپنے اثر میں لے لیا جائے، ورنہ خطرہ
ہے کہ یہ لوگ لادینیت کے علمبردار عناصر اور نااہل لوگوں کے پُر فریب نعروں میں آکر اشتراکیت
اور سوشلزم کے قعر مذلت میں جاگریں گے جہاں سے ان کا نکلنا مشکل ہوگا۔ اور یہ صورت ملک
اور مذہب کی تباہی اور بربادی کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور اس کا ظہور لوٹ گھسٹ، قتل و غارت
کی شکل میں ظاہر ہوگا۔ ولا مغلہ اللہ کذلک۔

دوسرا فریق کہتا ہے کہ کسی لیبر تنظیم سے تعاون کی بجائے اسلام کا معاشی نظام سامنے
رکھا جائے اور ان کو اپنی اسلامی تنظیموں میں شرکت کی دعوت دی جائے۔ یعنی بجائے لیبر اصول
اور تنظیموں کے خالص اسلامی تنظیم کے ماتحت شریعت کے دئے ہوئے حقوق کے حصول اور
تتحفظ میں لگ جائیں۔ شریعت کے مکمل نفاذ کے لئے جدوجہد کی جائے تاکہ یہ ملک امن و امان
اور اسلامی عدل و انصاف سے مستغنیہ ہو اور خلافت راشدہ کے نقش قدم پر چلنے کی فضا
پیدا ہو سکے، الغرض لیبر اور مزدور کے حقوق کا کسی کو انکار نہیں۔ مگر اسی کے حصول کے طریق کار
میں اختلاف ہے جو ایک فکری اختلاف ہے جس میں اجتہادی طور پر یا سیاسی بصیرت اور تجربہ

کے لحاظ سے کسی ایک فریق کو ٹوکر تو ہو سکتی ہے مگر نفس مسئلہ میں کوئی جھگڑا نہیں۔

اب رہا سرمایہ داری کا مسئلہ تو اس بارہ میں مکمل اتفاق ہے کہ جو سرمایہ ظلم و تعدی، سود، منگننگ، بلیک، طاوٹ، احتکار و اکتدار اور جبر و قہر یا دوسرے ان ذرائع سے حاصل کیا گیا ہو جو یورپ میں رائج ہیں، سب حرام ناجائز اور قابل گرفت ہے، مگر ایک مطلب سرمایہ داری کی مخالفت کرنے کا یہ ہے کہ کوئی بھی شخص کسی حلال اور جائز ذرائع سے پیدا کردہ دولت کا بھی مالک نہ ہو بلکہ حکومت یا کوئی تنظیم ہر چیز کی مالک ہو تو کوئی بھی عالم دین اسے صحیح نہیں کہہ سکے گا۔ اگر شخصی ملکیت کی نفی ہو جائے تو پھر اسلام کے وہ تمام قوانین اور احکام شرعیہ معطل ہو کر رہ جائیں گے، جو زکوٰۃ صدقات، حج، صدقہ، فطر، وصیت، ہبہ اور میراث وغیرہ سے متعلق ہیں۔ جب کوئی شخص مال کا مالک نہیں تو وہ کب اس قسم کے تصرفات کر سکتا ہے؟ الغرض ملکیت ختم کرنے کی یہ صورت تو کسی بھی لحاظ سے اسلام کی رو سے قابل برداشت نہیں، البتہ سرمایہ داری کی ان مذہوم شکلوں کا شریعت سختی سے محاسبہ کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے معاشرہ کے حقوق تلف ہوتے ہیں، اور خدا اور اس کے بندوں کے حقوق سے اس مال اور دولت میں غفلت برتی جاتی ہو۔ اسلام کے نزدیک سرمایہ داری کی دو قسم ہیں۔ ایک مذہوم اور ایک جائز جیسا کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ جس مال سے زکوٰۃ نہ دی جائے چاہے وہ دوسو درہم کیوں نہ ہو وہ کنز ہے جس کی اللہ نے مذمت کی ہے۔ اور آیت: **وَالَّذِينَ يَكْنُزُونَ الذَّهَبَ وَالنَّعْصَةَ لَا يَنْفَقُونَ مِنْهَا** جس سبیل اللہ کی نعمت میں ورد ناک عذاب کی وعید سنائی ہے۔ اور جس مال کی زکوٰۃ نہ دی جائے اور اس کے علاوہ اس کے تمام حقوق منشرہ ادا کئے جائیں، مثال کے طور پر اس میں رشتہ دار و اقارب غریب اور محتاج، یتیم اور مسافر مریض اور بے روزگار کی ضروریات کا لحاظ کیا جائے ایسا سرمایہ محمود اور ذریعہ سرزردی دارین و رفائے خداوندی ہے۔ حلال ذرائع سے پیدا کردہ ایسا مال کتنا ہی کیوں نہ ہو وہ کنز نہیں اور نہ ایسا سرمایہ قابل مذمت ہے۔ باقی رہا ایسی حلال اور جائز سرمایہ داری کے لئے نصاب کیا کرنا اور ناجائز استحصال اور حرام ذرائع سے کسب زر سے روکنا، تو اس کا مکمل علاج تو اسلامی نظام کے نفاذ میں ہے۔ اسلامی حکومت ہر ناجائز ذریعہ غضب ظلم اور چوری ڈکیتی سے حاصل شدہ مال چھین کر اصل حقداروں کو دے سکتی ہے۔ البتہ جائز اور حلال ذرائع سے حاصل شدہ مال کا مالک اس کا مالک ہی رہے گا۔ الغرض سرمایہ داری کی جائز شکل سے کسی عالم کو انکار نہیں، اور ہر عالم کو یورپ کے مروجہ اس سرمایہ دارانہ نظام سے نفرت ہے جس کے ہلک اثرات سے پوری دنیا گراہ رہی ہے۔ جب

ہے۔ صرف طریق کار کا فرق ہے، تو ہر سکتا ہے کہ ارشاد نبویؐ اختلاف امتی رحمتہ کی رو سے اخلاص پر مبنی اختلاف امت کیلئے موجب خیر بن جائے۔ اس ضرورت میں اس اختلاف اور نزاع کو اتنا اچھالنا قطعاً نامناسب ہے۔ ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے سے مجموعی حیثیت سے تمام علماء کے وقار عظمت اور اس سے بڑھ کر خود اسلام کو شدید نقصان پہنچے گا، جن باطل فرقوں اور لادینی عناصر سے ہمیں خطرہ ہے وہ اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر بیچ میں سے بچ کر نکل جائیں گے، ایسے نازک ترین دور میں جب ملک و ملت کو اندرونی اور بیرونی غیر دینی تحریکات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، ہمارا باہمی اختلاف اور ایک دوسرے پر الزام اور جواب الزام میں وقت ضائع کرنا مجموعی حیثیت سے دین کیلئے سخت مضر ثابت ہوگا، جسکے نتیجہ میں خداوند کریم کے ہاں شدید محاسبہ کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے قلوب کو ایک دوسرے کے بارہ میں صاف کر کے پورے اخلاص للہیت اور حزم و احتیاط سے کام لیتے ہوئے دین کیلئے کام کرتے رہیں۔ خواہ طریق کار میں اختلاف ہی کیوں نہ ہو، اول تا آخر اسلام ہی کو تمام مجد و جہد اور قربانیوں کا مقصد بنائے رکھیں۔ مجھے انتہائی خوشی ہے کہ اکابر علماء نے کراچی کے مذاکرات میں اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ "فریقین میں سے ہر ایک اپنے اپنے کام کو جاری رکھتے ہوئے کسی دوسرے پر تقریروں میں یا اخباری بیانات میں حملہ نہیں کرے گا، اور ہر فرقہ دوسرے کا احترام باقی رکھے گا۔" اس مقصد کیلئے ایک رابطہ کمیٹی بھی قائم کی گئی ہے جو مفاہمت اور مصالحت کے مذاکرات جاری رکھے گی۔ حق تعالیٰ اس کمیٹی کی رہنمائی فرمائے اور کئی اتحاد اور مفاہمت کی کوئی صورت اپنی خاص دستگیری سے ظاہر فرمادے، اور ہم سب کو کلمہ اسلام پر شیر و شکر ہو کر جمع ہونے اور کام کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ سرچشمہ فیض اور منبع علم سب کا ایک ہے، مسلک و مشرب میں اتحاد ہے۔ مقصد سب کا ایک ہے، اتحاد کی ضرورت کا سب کو احساس ہے، پھر کوئی وجہ نہیں کہ فریقین اٹھارہ اخلاص سے کام لیکر ایک نقطہ پر جمع نہ ہو سکیں۔ دونوں طرف سے ابستہ تمام حضرات اور جماعتوں کے کارکنوں سے بھی مردانہ التماس ہے کہ اپنے اکابر کے اس معاہدہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی قسم کی ایسی بیان بازی سے قطعی احتراز برتیں جس سے فریقین کی عظمت اور احترام کو نقصان پہنچتا ہو اور عوام میں مشاعر اسلام اور اہل علم کی تضحیک اور استخفاف کی صورت پیدا ہو سکتی ہو۔ اسید طرح اپنی نالائقی اور بے مائگی کے پورے احساس کیساتھ دونوں طرف کے اکابر سے بھی عاجزانہ درخواست ہے کہ وہ ایسی تمام صورتوں سے دین کے مفاد کی خاطر قطعی طور پر انکسار کر لیں، جو فریقین کیلئے ایک دوسرے سے اتحاد اور مصالحت کی راہ میں رکاوٹ اور بدظنی اور خدشات کا موجب بن سکتی ہیں۔ میری یہ گزارشات محض دینی درد اور اکابر اہل علم کے مشفقانہ برتاؤ اور ناچیز سے حسن ظن رکھنے پر مبنی ہیں کسی بھی ذاتی رجحانات کا اس میں قطعی دخل نہیں، امید ہے اسے جذبہ خیر خواہی پر محمول کیا جائے گا۔